اسلامی زندگی
قرآن حدیث کی روشنی میں
www.KitaboSunnat.com
ڈاکٹر محمد علی ھاشمی
ترجمہ
محمد رضی الاسلام ندوی

(۳)

مسلمان کا تعلق
اپنے والدین کے ساتھ

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے

حقیقی مسلمان کی ایک نمایاں صفت یہ ہے کہ وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے، اوران کے ساتھ خوش معاملگی سے پیش آتا ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک ان جلیل القدر اور عظیم کاموں میں سے ہے جن پر اسلام نے اکسایا ہے اور اس کے نصوص میں ان پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن وسنت میں یہ نصوص بکثرت مذکور ہیں اور ان سب میں والدین کے ساتھ نیک سلوک اور حسن مصاحبت کا حکم دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے والدین کے ساتھ حسن سلوک ایک باشعور مسلمان کی ایک ممتاز خصلت اور نمایاں عادت ہوتی ہے۔

ان کی قدر ومنزلت اوران کے حقوق پہچانتا ہے

اسلام نے والدین کے مقام کو اتنا بلند کیا ہے جتنا اس دین کے علاوہ دوسرے ادیان ومذاہب میں انسانیت نے کبھی نہیں دیکھا۔ اسلام نے ان کے ساتھ نیک برتاؤ اور حسن سلوک کو خدا پر ایمان اور اس کی بندگی کے درجے کے بعد متصل رکھا ہے۔ قرآن کریم کی بکثرت پے در پے اور مسلسل آیات مذکور ہیں جو خدا کی خوشنودی کے بعد والدین کی خوشنودی کا درجہ قرار دیتی ہیں اوران کے ساتھ حسن سلوک کو، خدا پر ایمان کی فضیلت کے بعد سب سے بڑی انسانی فضیلت قرار دیتی ہیں:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (النساء:٣٦)

(اورتم سب اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو)

اس لیے سچا اور باشعور مسلمان دنیا میں ہر انسان سے زیادہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔

قرآن کریم نے والدین کے مقام کی بہترین تصویر کشی کی ہے اور وہ بلند اخلاقی

اسلوب بتلایا ہے جسے ایک مسلمان کو والدین کے ساتھ معاملہ برتنے میں اختیار کرنا چاہیے۔ اگر دونوں یا کسی ایک کی عمر طویل ہوجائے اور وہ بڑھاپے، کمزوری اور بے چارگی کے مرحلہ میں پہنچ جائیں، تو اسلام نے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اس دین کے آنے سے پہلے انسانیت نے کبھی نہیں دیکھا۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (الاسراء:۲۳-۲۴)

(تمہارے ربّ نے فیصلہ کردیا ہے کہ تم لوگ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہوکر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو۔ نہ انہیں جھڑک کر جواب دو۔ بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو، اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ ''پروردگار، ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔)

مسلمان کے خدا کا یہ زندہ وجاوید ارشاد حتمی فیصلہ کی صورت میں ہے جس سے چھٹکارا اور خلاصی ممکن نہیں (تمہارے ربّ نے فیصلہ کردیا ہے کہ تم لوگ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو) آیت میں اللہ کی عبادت اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کے درمیان مضبوط تعلق پایا جارہا ہے۔ اس طرح والدین کے مقام کو اتنی بلندی اور ان کی قدر ومنزلت کو اتنی رفعت حاصل ہوتی ہے جہاں تک حکماء ومصلحین اور معلمین اخلاق کبھی نہیں پہنچ سکے ہیں۔

آیت کا سیاق والدین کے ساتھ حسن سلوک کی یہ روشن اور عظیم تصویر کھینچنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ وجدانی، رقیق اور محبت آمیز تعبیر کے ذریعہ، جس سے رقت، سلاست اور انسیت ٹپکتی ہے بیٹوں کے دلوں میں رحم و ہمدردی اور حسن سلوک کے جذبات موجزن کر

دیتا ہے (اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں) تو وہ تمہاری دیکھ بھال، نگرانی اور حفاظت میں رہتے ہیں، اور وہ بوڑھے، ضعیف اور کمزور ہوتے ہیں اس لیے احتیاط کرو کہ کہیں تمہارے منہ سے ناراضگی، ملامت، اکتاہٹ اور تنگی کا کوئی کلمہ نہ نکل جائے (تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ ہی انہیں جھڑک کر جواب دو) بلکہ کوئی بات کہنے سے پہلے دیر تک سوچ لو اور ایسی بات کہو جو ان کی پسندیدہ ہو اور جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ بلکہ ان کے احترام کے ساتھ بات کرو) ان کے ساتھ پورے احترام اور انتہائی ادب کے ساتھ کھڑے ہو جس طرح انتہائی عاجزی وفروتنی اور خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑا ہوا جاتا ہے (اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو) اور ان کے لیے تمہاری زبان سے دعا نکلنی چاہئے کیونکہ انہوں نے تم پر ایسا احسان کیا ہے جسے بھلایا نہیں جا سکتا اور تمہاری اس وقت پرورش کی ہے جب تم چھوٹے، کمزور اور ناتواں تھے (اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا)۔

مسلمان (جو کھلے دل اور روشن بصیرت کا حامل ہوتا ہے) اس قسم کے خدائی ارشاد کو متعدد آیتوں میں پاتا ہے۔ چنانچہ اپنے والدین کے ساتھ اس کے احترام اور حسن سلوک میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (النساء:۳۶)

(اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو)

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ط (العنکبوت:۸)

(ہم نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے)

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ (لقمان:۱۴)

(ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا)

''والدین کے ساتھ حسن سلوک'' کے سلسلہ میں وارد نصوص میں غور کرنے والا شخص دیکھتا ہے کہ قرآنی آیات کے ساتھ ساتھ احادیث شریفہ بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت کو پورے زور و تاکید سے ثابت کرتی ہیں اور ان کی نافرمانی اور بدسلوکی سے ڈراتی ہیں خواہ اس کے اسباب کچھ بھی ہوں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا۔ میں نے کہا پھر کون سا؟ فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ میں نے کہا پھر کون سا؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا''۔ (بخاری و مسلم)

تربیت کرنے والے عظیم رسول نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اسلام کے دو عظیم اعمال کے درمیان رکھا ہے اور وہ ہیں وقت پر نماز کی ادائیگی اور خدا کے راستے میں جہاد اور نماز دین کا ستون ہے اور جہاد اسلام کا سب سے بلند حصہ ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کو کتنا عظیم اور معزز مقام عطا فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ میں آپؐ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرنا چاہتا ہوں اور اللہ سے اس کے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہوں، آپؐ کچھ دیر کے بعد اس سے سوال کرتے ہیں ''کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے''؟ وہ شخص کہتا ہے ''ہاں دونوں زندہ ہیں''۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''کیا تم اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتے ہو؟'' وہ شخص جواب دیتا ہے: ہاں، رحمدل اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تعلیم دینے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''اپنے والدین کے پاس واپس جاؤ اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو''۔

(بخاری و مسلم)

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا، کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟: اس نے کہا ہاں، فرمایا، تو پھر انہی کی خدمت جہاد سمجھ کر کرو"۔

رسول قائد صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے فوجوں کی ٹولیاں تیار کرتے ہوئے والدین کی کمزوری کو نہیں فراموش کرتے ہیں اور ان کا انسانی اور رقت پذیر دل یہ یاد رکھتا ہے کہ والدین اپنے بیٹے کے محتاج ہیں۔ چنانچہ آپ جہاد کے لیے ان والے شخص کو اس سے واپس لوٹا دیتے ہیں اور اس کو نرمی کے ساتھ والدین کی خدمت کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ جب کہ آپ کو اس وقت ایسے لوگوں کی شدید ضرورت تھی جو جنگ کر سکیں۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا اندازہ تھا کہ اسلام کے کامل متوازن اور منفرد نظام میں جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی سعادت کے لیے نازل فرمایا ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے کام بحسن وخوبی انجام دینے کو کتنی اہمیت حاصل ہے۔

جب حضرت سعد بن وقاصؓ کی والدہ نے انؓ کے اسلام قبول کرنے پر ناراضی کا اظہار کیا اور ان سے کہا کہ تم اسلام سے پھر جاؤ ورنہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی یہاں تک کہ مر جاؤں گی اور تم کو عرب کا عار لگ جائے گا اور لوگ کہیں گے کہ اس نے اپنی ماں کو مار ڈالا۔ حضرت سعدؓ نے جواب دیا: جان لو خدا کی قسم اگر تمہاری سو جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے سب نکل جائیں تب بھی میں اسلام سے نہیں پھروں گا۔ ان کی ماں نے ایک دن صبر کیا دو دن صبر کیا۔ تیسرے دن جب بہت زیادہ بھوک نے ستایا تو کھانا کھا لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں حضرت سعدؓ پر عتاب نازل تھا کہ انہوں نے اپنی ماں کو اتنا سخت جواب کیوں دیا؟

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا (لقمان:۱۵)

(اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان، دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ)

عبادت گزار جریج کے قصہ میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اطاعت وتابعداری کے سلسلہ میں بڑی عبرت ہے۔ وہ نماز پڑھ رہتے تھے کہ ان کی ماں نے آواز دی۔ انہوں نے کہا: اے ربّ میں کیا کروں۔ نماز جاری رکھوں یا ماں کی پکار پر لبیک کہوں؟ آخر انہوں نے نماز کو ترجیح دی۔ ماں نے دوبارہ آواز دی مگر انہوں نے جواب نہیں دیا اور نماز میں مشغول رہے تو ان کی ماں نے بددعا دے دی کہ ''اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے تجھے بدکار عورتوں کا چہرہ دکھا دے''۔

ایک بدکار عورت نے ایک چرواہے سے زنا کیا جس سے اسے حمل ہوگیا۔ جب اسے ڈر ہوا کہ اس کا پول کھل جائے گا تو چرواہے نے اس سے کہا کہ اگر کوئی تم سے بچے کے بارے میں پوچھے تو کہہ دینا کہ وہ عبادت گزار جریج کا ہے۔ عورت نے ایسا ہی کہہ دیا۔ لوگوں نے جریج کا صومعہ ڈھا دیا اور حاکم' اسے سزا دینے کے لیے میدان میں لے جانے لگا۔ وہ راستے ہی میں تھا کہ اسے اپنی ماں کی بددعا یاد آ گئی اور وہ مسکرا دیا۔ جب اسے سزا دینے کے لیے آگے بڑھایا گیا تو اس نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی۔ نماز کے بعد اس نے بچے کو طلب کیا اور اس کے کان میں آہستہ سے کہا ''تیرا باپ کون ہے'' بچے نے کہا ''میرا باپ فلاں چرواہا ہے''۔ (یہ بچہ ان تین بچوں میں سے ہے جو گود میں بولے ہیں۔ دوسرے حضرت عیسیٰ بن مریم ہیں اور تیسرا وہ بچہ ہے جو اپنی ماں کے ساتھ ''اخدود'' (گڑھے) میں کودا تھا۔) لوگوں نے تسبیح پڑھی۔ اللہ اکبر کہا اور کہا کہ ہم تمہارے صومعہ کو سونے چاندی سے بنا دیں گے۔ جریج نے کہا نہیں اسی طرح مٹی کا بنا دو جس طرح پہلے تھا''۔

امام بخاریؒ کی روایت کردہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''اگر جریج فقیہ ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ والدہ کی آواز پر لبیک کہنا نماز جاری رکھنے سے زیادہ ضروری ہے'' اسی لیے فقہاء کہتے ہیں کہ آدمی جب نفل نماز پڑھ رہا ہو اور والدین میں سے کوئی اسے آواز دے تو اس پر ضروری ہے کہ نماز توڑ دے اور ان کی آواز پر لبیک کہے۔

ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے خواہ وہ غیر مسلم ہوں

والدین کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات انسانیت کی بام عروج کو چھوتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی ہر حال میں وصیت کی ہے خواہ وہ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیرو ہوں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ فرماتی ہیں کہ میری ماں میرے گھر آئیں (وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایمان نہیں لائی تھیں) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں دریافت کیا اور کہا ''میری ماں آئی ہیں اور مجھ سے کسی چیز کی خواہش مند ہیں''۔ (یعنی مجھ سے کوئی چیز مانگنا چاہتی ہیں)

کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی ہو''۔ (بخاری ومسلم)

حقیقی مسلمان جوان بلند قرآنی ہدایات اور اعلیٰ نبوی ارشادات کو سمجھتا اور یاد رکھتا ہے۔ ہر وقت اور ہر حال میں لوگوں میں سب سے زیادہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور ان کے ساتھ خوش معاملگی سے پیش آتا ہے۔ صحابہ اور تابعین رحمہم اللہ کا بھی یہی کردار تھا۔ ایک شخص نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے عرض کیا: جس آیت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اسے میں سمجھ گیا ہوں مگر خدا کا یہ ارشاد (وقل لهما قولاً كريما) سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ قول کریم (نیک بات) کا کیا مطلب ہے؟ حضرت سعیدؒ نے جواب دیا: اس کا مطلب ہے کہ ان سے اس طرح بات کرو جس طرح غلام اپنے آقا سے بات کرتا ہے۔

حضرت ابن سیرینؒ اپنی والدہ کے سامنے احترام واکرام کی وجہ سے اتنی آہستہ بولتے تھے گویا بیمار ہوں۔

ان کی نافرمانی سے بہت ڈرتا ہے

جب ہم اس روشن اور تابناک پہلو سے آگے بڑھتے ہیں اور اس کے بالمقابل دوسرے پہلو پر نظر ڈالتے ہیں جس میں والدین کی نافرمانی سے ڈرایا گیا ہے تو ہم دیکھتے

ہیں کہ بہت سخت وعید ہے جو بیٹے کے نافرمان اور سخت دل کو ہلا کر رکھ دیتی ہے اور اس کے ضمیر کو اندر سے جھنجھوڑ دیتی ہے۔

اس قسم کی احادیث نافرمان لڑکے کی زبردست سرزنش کرتی ہیں کیونکہ ان میں والدین کی نافرمانی کو شرک سے متصل درجہ میں رکھا گیا ہے، جس طرح کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کو خدا پر ایمان کے بعد کا درجہ دیا گیا ہے۔ والدین کی نافرمانی ایک بدترین اور سخت جرم ہے، جس کے تصور ہی سے سچے مسلمان کا دل دہل جاتا ہے اور اس کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ اس کا شمار کبائر اور بڑے گناہوں اور خطاؤں میں ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: ''کیا میں تم کو بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتلاؤں'' ہم نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول، فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا''۔ (بخاری ومسلم)

پہلے ماں کی خدمت بجالاتا ہے پھر باپ کی

اسلام نے اپنے ارشادات میں ماں باپ دونوں کے ساتھ حسن سلوک پر زور دیا ہے اور ہر ایک کا الگ الگ خاص طور پر تذکرہ کیا ہے تاکہ بیٹوں کے نزدیک والدین کے ساتھ حسن سلوک کے توازن میں خلل نہ ہو اور والدین میں سے کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

ابھی ایک حدیث میں گزرا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور آپ سے جہاد پر بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ آپ اس سے دریافت فرماتے ہیں ''کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہیں؟'' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ دونوں کے ساتھ برابر حسن سلوک کو واجب قرار دیا ہے۔

حضرت اسماءؓ کی حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مشرک ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میرے اچھے برتاؤ کا سب

سے زیادہ حق دار کون ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تمہاری ماں۔ اس نے کہا پھر؟ فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے کہا پھر؟ فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے کہا پھر؟ فرمایا: تمہارا باپ'' (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ماں کی خدمت اور اچھا برتاؤ، باپ کے ساتھ حسن سلوک پر مقدم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام نے بھی مسلمانوں کو اس کی اہمیت بتلائی اور اس پر زور دیا حتیٰ کہ حضرت ابن عباسؓ (جو اس امت کے عالم اور فقیہ ہیں) نے ماں کے ساتھ حسن سلوک کو خدا سے سب سے زیادہ قریب کرنے والا عمل بتایا ہے۔ ان کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا: میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا، اس نے میرے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا، اور دوسرے شخص نے اسے نکاح کا پیغام دیا تو اس نے اس کے ساتھ نکاح کرنا منظور کر لیا۔ مجھے غیرت آئی اور میں نے اسے قتل کر دیا۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں زندہ ہیں؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا: تو پھر تم سے جتنا ہو سکے اللہ سے توبہ کرو اور اس سے تقرب حاصل ہونے والے اعمال کرو، حضرت عطاء بن یسار جنہوں نے اس حدیث کو حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ آپ نے اس شخص سے ماں کے زندہ ہونے کے بارے میں کیوں سوال کیا تھا؟ فرمایا: میں نہیں جانتا کہ والدہ کے ساتھ حسن سلوک سے زیادہ کوئی عمل خدا سے قریب کرنے والا ہے۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں (جس کا آغاز انہوں نے ''والدین کے ساتھ حسن سلوک'' کے باب سے کیا ہے) ''ماں کے ساتھ حسن سلوک'' کے باب کو ''باپ کے ساتھ حسن سلوک'' کے باب پر مقدم رکھا ہے۔ اس طرح امام بخاری نے اپنے ابواب میں یکسانیت و ہم آہنگی پیدا کی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کا لحاظ کیا ہے۔

قرآن نے والدین سے حسن سلوک کرنے اور حقوق پہچاننے کے سلسلہ میں بیٹے کے جذبات برانگیختہ کیے ہیں چنانچہ اس نے والدین کے حقوق پہچاننے کی تاکید کے

ساتھ ماں کی فضیلت کی طرف الگ اشارہ کیا ہے کیونکہ وہ حمل و رضاعت کے مراحل میں انتہائی مشقتیں اور تکالیف برداشت کرتی ہے۔ قرآن نے اس کی ایسی نازک اور لطیف تصویر کشی کی ہے جو فیاضی مطلق شفقت و مہربانی اور رحم و کرم پر دلالت کرتی ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِيْرُ ○ (لقمان:۱۴)

(ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا، میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے)

کتنی اعلیٰ تربیت ہے! اور کس قدر رحم اور ہمدردی سے معمور رہنمائی ہے! (کہ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا) والدین نے اپنے بچے کے ساتھ جو خیر کا معاملہ کیا تھا، اس پر ان کا شکر، خدا کے شکر کے درجے سے متصل ہے جو تمام فضائل کی اصل اور نیک اعمال کی بنیاد ہے۔ اس دین نے والدین کو کتنا بلند درجہ مرحمت فرمایا ہے!!

دنیا میں عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جب لڑکے کو دنیا حاصل ہوتی ہے، روزی کی بہتات ہوتی ہے۔ اس کے خزانے مال و دولت سے پر ہو جاتے ہیں، بہت بے زیادہ کشادگی حاصل ہو جاتی ہے اور خوبصورت بیوی اسے اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے تو وہ اپنے والدین سے بے توجہی برتنے لگتا ہے۔ اپنے باپ کو اور جو کچھ اس نے اس پر خرچ کیا تھا اور جو احسانات کیے تھے وہ سب بھول جاتا ہے، اس پر کچھ خرچ کرنے سے اپنا ہاتھ روک لیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔

لیکن حقیقی اور سچا مسلمان اس سے کوسوں دور رہتا ہے اس لیے کہ وہ ہمیشہ اسلام کی بلند پر حکمت اور سیدھی تعلیمات کے مبارک اور موجزن سرچشمہ سے اپنا تعلق استوار رکھتا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کو سنتا ہے:

''تم بھی اپنے ماں باپ کے ہو اور تمہارا مال بھی''۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

حدیث کا مکمل متن یہ ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صاحب اولاد ہوں، میرے پاس کچھ مال ہے۔ میرے باپ اسے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''تم بھی اپنے باپ کے ہو اور تمہارا مال بھی۔ تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہیں، اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ'' امام احمد کی ایک روایت میں ہے ''ان کی کمائی سے مزے لے کر کھاؤ''۔ امام خطابی نے اس حدیث پر یہ حاشیہ چڑھایا ہے ''سوال کرنے والے نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ اس کا باپ اس کا مال ہلاک کرنا چاہتا ہے اس کا مطلب شاید یہ ہے کہ ان پر خرچ کرنے کے لیے جتنے مال کی ضرورت ہے وہ بہت زیادہ ہے اس کے لیے مال کا منافع کافی نہیں ہے بلکہ اصل مال کو بھی خرچ کرنا پڑے گا۔ مگر اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معذور نہیں سمجھا اور ان پر خرچ نہ کرنے کی رخصت نہیں دی اور فرمایا ''تم بھی اپنے باپ کے ہو اور تمہارا مال بھی'' یعنی انہیں تمہارے مال میں سے جب اور جتنی ضرورت ہوگی اتنا لے لیں گے جس طرح کہ اپنے مال میں سے لیتے۔ یہی نہیں بلکہ اگر تمہارے پاس مال نہ ہو اور تم کماتے ہو تو تم پر ضروری ہے کہ تم کما کر ان پر خرچ کرو''۔

ایک مومن کا وجود اس ادبِ نبوی سے جھوم اٹھتا ہے اور ہدایت کے فیوض سے اس کا نفس کھل اٹھتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان کی دیکھ بھال، محبت و ہمدردی اور داد و دہش میں منہمک ہو جاتا ہے اور ان کی نافرمانی سے بچا رہتا ہے اور حقیقی طور پر ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اور اس کا مال اس کے باپ کا ہے۔

ان کے دوستوں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے

اس دین حنیف کی ہدایات وارشادات میں صرف والدین ہی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر والدین کے دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی نیک سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں

کے ساتھ حسن سلوک کرے''۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے''۔ (مسلم)

حضرت ابن عمرؓ کی ملاقات ان کے والد حضرت عمرؓ کے ایک دوست سے ہوئی۔ انہوں نے ان کی خوب خاطر تواضع اور اکرام کیا۔ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ جو لوگ تھے انہوں نے ان سے کہا کہ اس کے لیے تو یہی کافی تھا کہ اسے دو درہم دے دیتے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ نیک سلوک کرو اور رشتوں کو نہ توڑو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں بے نور کر دے گا''۔ (مسلم)

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اے اللہ کے رسولؐ کیا کچھ نیکی باقی ہے کہ میں اپنے والدین کے مرنے کے بعد کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان کے مرنے کے بعد چار چیزیں کرنے کی ہیں۔ ان کے لیے دعا واستغفار کرنا، ان کے عہد کو پورا کرنا، ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور ان کے رشتوں کو جوڑنا جو ان کے بغیر نہیں جوڑے جا سکتے''۔ (الادب المفرد)

یہ والدین کے کے ساتھ محبت، وفاداری، حسن سلوک اور احترام واکرام کا کتنا اعلیٰ مقام ہے کہ لڑکا ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے۔ حقیقی اور سچا مسلمان ہمیشہ ان کے دوستوں کے ساتھ محبت ومودت، تعلق اور دوستی کے رشتے مستحکم رکھتا ہے اور والدین کی وفات کے بعد بھی ان سے محبت کرتا رہتا ہے اور ان کے ساتھ احترام واکرام کے ساتھ پیش آتا ہے۔ وہ اس قدیم دوستی کو نہیں بھولتا اور اس شریف انسانی رشتے سے غفلت نہیں برتتا جسے اس کے محبوب والدین نے قائم کیا تھا۔ ایسے ہی بلند انسانی جذبات اور خالص دوستی سے زندگی کا حسن قائم ہے اور جینے کا مزہ باقی ہے اور یہ چیزیں اس زندگی میں سچے مسلمان کے وجود سے مربوط ومتعلق ہیں۔

مغرب میں لڑکا سنِ رشد کو پہنچتے ہی اپنے والدین سے الگ ہو جاتا ہے اور ماں باپ اور بیٹے کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ پھر اپنے ماں باپ سے ملاقات کرنے اور رحم

وہمدردی کا برتاؤ کرنے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔لڑکا اپنے کام سے کام رکھتا ہے اورمڑ کر بھی اپنے بوڑھے والدین کو محبت ووفاداری اور ہمدردی وحسن سلوک کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، جنھوں نے کہ اپنے نوخیزلڑکوں کے لیے پوری زندگی قربان کر دی۔مغرب میں لڑکے کی اپنے والدین کے ساتھ اس نافرمانی، سختی اور بدسلوکی کی اس نیک برتاؤ، محبت و مودت وفاداری اور جذباتی سیرابی سے کیا نسبت جس کا اظہار اسلام کا وفادار فرزند والدین کی حیات میں اور وفات کے بعد، ان کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کر کے کرتا ہے!

یہ اسلام اوراس کا منفرد اور ممتاز نظام ہی ہے جس نے نفوس کواس طرح ڈھال دیا ہے اور اتنے بلند اورشریف انسانی تعلقات قائم کیے ہیں جن کی بلندی تک نہ کوئی دوسرا نظام پہنچ سکا ہے اور نہ کوئی قانون۔

وہ ان کے ساتھ کس طرح حسن سلوک کرتا ہے!

اسلام نے جس مسلمان کی شخصیت کو ڈھالا ہے وہ حقیقۃً والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوتا ہے۔ان کے ساتھ احترام واکرام کے خوبصورت مظاہر کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اگر وہ کہیں بیٹھا ہوتا ہے اوراس کے والدین اس کے پاس آتے ہیں تو کھڑا ہو جاتا ہے۔ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیتا ہے۔ان کے سامنے ادباً واحتراماً پست آواز سے بولتا ہے اوران کے سامنے نرمی اور رحم کے ساتھ جھک کر رہتا ہے۔ ان سے بات کرتے وقت مہذب اورلطیف جملے سوچ سوچ کر بولتا ہے اوراس کی زبان پر کوئی سخت لفظ، ترش جملہ، نقص وعیب کی عبارت یا طعن وتشنیع کا کلمہ نہیں آتا اور نہ ہی ان کے ساتھ برتاؤ کرنے میں کسی بھی حال میں اس سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوتا ہے جوادب واحترام اور تکریم سے گرا ہوا ہو۔ وہ ہمیشہ اس ارشاد باری سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (الاسراء:۲۳-۲۴)

(تمہارے ربّ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو۔ نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ "پروردگار، ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔)

بسا اوقات والدین سیدھے راستے سے منحرف اور راہِ حق سے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں ایسی حالت میں وفادار مسلمان لڑکے پر واجب ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ نرمی، خوش اخلاقی، نرم خوئی اور بردباری کے ساتھ پیش آئے اور وہ جس باطل کو پکڑے ہوئے ہیں اس سے ہٹانے کی کوشش کرے۔ ان کے ساتھ سختی سے نہ پیش آئے۔ تند خوئی اور بدمزاجی کا مظاہرہ نہ کرے اور انہیں نہ جھڑکے بلکہ پوری ذہانت، ہوشیاری اور نرمی کے ساتھ انہیں مطمئن کرنے اور حق کی طرف پھیرنے کی کوشش کرے اور اس سلسلہ میں قوی دلیل منطق سلیم اور مہذب اور پرحکمت اسلوب سے مدد حاصل کرے۔

باشعور اور سمجھدار مسلمان کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اس سے والدین کے ساتھ یہ اسلوب اختیار کرنے کا ہر حال میں مطالبہ ہے خواہ وہ مشرک ہوں، شرک کی حالت میں بھی۔...... یہ جانتے ہوئے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے......ضروری ہے کہ ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اور خوش معاملگی سے پیش آئے۔ اس سلسلہ میں وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْلِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ○ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ز وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ○ (لقمان:۱۴-۱۵)

(ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے (اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی ہے کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے، لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔ مگر پیروی اس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے۔ اس وقت میں تمہیں بتا دوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو)

والدین اگرچہ رشتہ داروں میں سب سے قریبی اور سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں مگر ان کی جلالت قدر کے باوجود ان سے تعلق کا درجہ عقیدہ کا تعلق کے بعد آتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ مشرک ہوں اور اپنے بیٹے کو خدا کے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیں تو اس میں ان کی کوئی اطاعت نہیں کیونکہ ''خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں''۔ عقیدہ کا رشتہ ہر رشتہ سے بلند اور اس کا معاملہ ہر چیز سے برتر و بالا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہتا ہے اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے اور ان کی دیکھ بھال کرنے میں کچھ کمی نہیں کرتا۔

حقیقی مسلمان ہر حال میں اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے اور جس طرح بھی ممکن ہوتا ہے انہیں نیک بخت کرنے اور ان کے دلوں میں خوشی و مسرت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اطاعت الٰہی کے حدود میں رہتے ہوئے ان کے ساتھ حسن سلوک ان کی دیکھ بھال اور ان کے اکرام کے متعدد طریقے اختیار کرتا ہے۔ مثلاً ان کے لیے لذیذ کھانے، بہترین کپڑے، آرام دہ گھر اور زمانے اور معاشرتی معیار زندگی کی مناسب جائز سہولیات اور آرام پہنچانے والی چیزیں فراہم کرتا ہے اور ان سب چیزوں

سے بڑھ کر ان سے اچھی بات خندہ پیشانی اور کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ جس سے محبت واشتیاق اور وفاداری ٹپکتی ہے، پیش آتا ہے۔

حقیقی مسلمان اپنے والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ ان کی طرف سے صدقہ کرتا ہے اور ان کے لیے کثرت سے دعا و استغفار کرتا رہتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (الاسراء:۲۴)

(اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحم وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا)

یہ ہیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں اسلام کی ہدایات اور یہ ہے اس حقیقی مسلمان کا کردار جو ان سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ آج جب کہ مادی زندگی نے مسلمانوں پر تسلط جمالیا ہے اور تمدن جدید کی روشنی نے ان کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا ہے کیا مسلمان ان اسلامی ہدایات کا التزام کرتے ہیں؟ اور کیا اس اسلامی طریقہ پر عمل پیرا ہیں؟

آج کل لوگ بیوی بچوں پر پوری توجہ مبذول کرتے ہیں۔ رہے والدین تو ان پر بیوی بچوں کے بعد توجہ کی جاتی ہے اور بسا اوقات وہ معمولی سی توجہ سے بھی محروم رہتے ہیں الا یہ کہ ان کے لڑکے بہت ہی نیک اور متقی ہوں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ مغرب کے وہ جدید معاشرتی نظام جنہوں نے بہت سے مسلمانوں کی عقلوں کو مسحور کر لیا ہے اور ان پر تسلط جمالیا ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے، ان کے بڑھاپے کا احترام اور لحاظ کرنے اور بڑھاپے میں انہیں اِدھر اُدھر مارے پھرنے اور ذلت وحقارت سے بچانے کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔ اس وجہ سے جو شخص ان افکار ونظریات اور نظاموں سے، متاثر ہوتا ہے وہ صرف اپنے بیوی بچوں کے بارے ہی میں سوچتا ہے اور پیچھے پلٹ کر اس بوڑھی نسل پر محبت وسلوک اور وفاداری کی

ایک نگاہ بھی نہیں ڈالتا' جس نے بارہا اس کی تربیت میں راتیں جاگ جاگ کر کاٹی ہیں اوراسے پروان چڑھانے میں اور زندگی کے سردوگرم برداشت کرنے کے لیے تیار کرنے میں اپنا قیمتی سرمایہ قربان کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ جب آرام دہ گھر، عمدہ لباس، لذیذ کھانے اور آرام دہ سواری کے بارے میں سوچتا ہے تو پوری طرح بیوی بچوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے دل کے کسی گوشے میں یہ خیال نہیں آتا کہ ان نعمتوں، سہولتوں اور خوشحالیوں میں اس کے والدین کا بھی حصہ ہے اور وہ اپنے محبوب لڑکے کے ہاتھ سے ان کو حاصل کرنے کے شدید محتاج اور ضرورت مند ہیں۔

والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا محبت سے لبریز دل کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہونا، خوب سخاوت سے ان پر خرچ کرنا، اچھی اور انسیت والی بات کرنا اور محبت آمیز مسکراہٹ اور خندہ پیشانی سے پیش آنا مسلمانوں کی اصلی خصلت ہے اور خواہ زندگی کے معاملات کتنے ہی پیچیدہ ہو جائیں، اس میں کتنا ہی ارتقاء ہو جائے اور اس پر باہر سے آئی ہوئی عادات کی کتنی ہی تہیں جم جائیں مگر مسلمانوں کو اپنے اندر اس خصلت کو برقرار رکھنا چاہیے۔ یہ خصلت ان کے دل کو سخت ہونے سے محفوظ رکھتی ہے۔ کردار کی انانیت سے بچائے رکھتی ہے۔ ان میں اصالت ونجابت، انسانیت اور وفاداری پیدا کرتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے لیے جنت کے دروازے کھول دیتی ہے۔

****************** ☆☆☆ ******************

(۴)

مسلمان کا تعلق اپنی بیوی کے ساتھ

شادی اور عورت اسلام کی نظر میں

اسلام میں شادی کا مقصد یہ ہے کہ نفس کی تسکین ہو، دل کو راحت ملے، ضمیر کو استقرار حاصل ہو اور مرد عورت محبت ومؤدت، رحم وہمدردی، یکسانیت وہم آہنگی، باہمی تعاون، آپس میں شفقت ومہربانی اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کے ساتھ زندگی گزاریں تاکہ دونوں الفت ومحبت، حلم وبردباری اور شفقت ومہربانی کی اس فضا میں ایسا مبارک خلیہ تعمیر کرسکیں جس میں نوخیز نسل کی پرورش ہو سکے اور ایک محفوظ مسلم خاندان پروان چڑھ سکے۔

قرآن کریم نے مرد اور عورت کے درمیان اس فطری اور ابدی تعلق کی بہت ہی لطیف اور پراشتیاق تصویر کشی کی ہے جس میں امن وسکون اور اطمینان کی بادنسیم چلتی ہے اور جس سے محبت، تفاہم اور رحمت کی خوشبو پھوٹتی ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ (الروم:۲۱)

(اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی)

یہ دو نفوس کے درمیان باہم انتہائی گہرے رشتے کا تعلق ہے جسے اللہ تعالیٰ ان کے درمیان پیدا کرتا ہے تاکہ دونوں سکون وقرار اور راحت کی نعمت سے لطف اندوز ہوں اور ایسا پرسکون اور محبوب گھر وجود میں آئے جو خالص محبت ومؤدت اور رحمت وشفقت سے معمور ہو۔

اسلام کی نظر میں صالح عورت زندگی کی پہلی عمدہ شے ہے اور مرد کے لیے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جب وہ زندگی کی تکالیف، رنج وغم، اور محنت ومشقت کی تھکن سے اس کے پاس جاتا ہے تو راحت، تسلی اور ایسا سامان زیست پاتا ہے جس کے مثل انسانی زندگی

میں کوئی شے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے:

''دنیا سامان زیست ہے اور اس کا بہترین سامان صالح عورت ہے''۔ (مسلم)

اسلام کی نظر میں شادی کا کتنا بلند اور تابناک مقصد ہے! اور وہ عورت کی نسوانیت کو کتنا بلند اور محترم مقام دیتا ہے۔

مسلمان کیسی بیوی چاہتا ہے؟

شادی اور عورت کے اس بلند مقام کی وجہ سے حقیقی مسلمان ان کھوکھلے مظاہر کی خواہش نہیں کرتا جنہیں اس زمانے کی بعض نوجوان لڑکیاں اختیار کرتی ہیں بلکہ اس کے دل میں اس لڑکی کی شخصیت گھر کرتی ہے جو کامل مسلمان ہو۔ اسی لیے وہ اپنی رفیقۂ حیات منتخب کرنے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ ایسی لڑکی کی تلاش کرتا ہے جو بلند اسلامی صفات کے زیور سے آراستہ ہو۔ جن سے ازدواجی زندگی میں آرام وچین اور سکون واستقرار حاصل ہو سکے وہ صرف خوبصورتی، حسن و جمال اور زیب وزینت کو معیار نہیں بناتا جس پر کہ عام طور پر نوجوان فریفتہ ہوتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دین، عقل اور حسن سیرت کو بھی پیش نظر رکھتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔

> ''عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ دولت، خاندان ووجاہت خوبصورتی اور دین داری، تم دین دار عورت سے نکاح کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تمہارے ہاتھ گرد آلود ہوں''۔ (یہ دیندار عورت چاہنے والے کے لیے دعائیہ کلمہ ہے اور اس کی ترغیب ہے) (بخاری ومسلم)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت (مسلم نوجوان دین دار عورت کو تلاش کرے) کا مطلب یہ نہیں کہ شکل وصورت کی خوبصورتی کی خواہش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمل قرار دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح سے قبل عورت کو دیکھنا مستحسن قرار دیا ہے تاکہ مسلمان کو ایسی عورت سے شادی کرنے کے بعد پچھتانا نہ پڑے جس سے اس کے قلب کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک نہ مل سکے۔

حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم نے اسے دیکھ لیا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: ''پہلے جا کر دیکھ لو کیوں کہ اس سے تعلقات میں پائیداری ہوگی''۔ (یعنی تم دونوں کے درمیان اس سے محبت اور موافقت پیدا ہوگی) (نسائی)

ایک شخص جس نے ایک انصاری عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ''کیا تم نے اسے دیکھ لیا ہے؟'' اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اسے دیکھ لینے کا حکم دیا''۔ (نسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس بات پر زور دیا ہے کہ دیگر معنوی صفات کے ساتھ ساتھ خوبصورتی بھی ان بنیادی صفات میں سے ہے جنہیں آدمی نیک عورت میں چاہتا ہے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا بدل نہیں ہوسکتا:

''مومن کے لیے خدا کے بعد سب سے زیادہ مفید اور باعث خیر وبرکت نعمت نیک بیوی ہے کہ جب وہ اس سے کسی کام کے لیے کہے تو وہ خوش دلی سے انجام دے اور جب وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے، اور جب وہ اس کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو وہ اس کی قسم پوری کر دے اور جب وہ کہیں چلا جائے تو وہ اس کے پیچھے اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرے اور شوہر کے مال واسباب کی نگرانی میں شوہر کی خیر خواہ اور وفادار رہے''۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا: ''بہترین عورت کون سی ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جسے دیکھ کر شوہر کو خوشی حاصل ہو، جو اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے، اور کوئی ایسا کام نہ کرے جو اسے ناپسند ہو اور اس کے مال کو ایسی جگہ خرچ نہ کرے جہاں اس کی مرضی نہ ہو''۔ (احمد)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان ارشادات میں ایسی عورت کی شخصیت کی طرف رہنمائی کی ہے جو مرد کو سعادت و نیک بختی اور سکون وقرار عطا کرسکتی ہو، اور زوجیت کی آغوش اورنو خیز نسل کی گود میں بشاشت، چین وسکون اور خوشی انڈیل سکتی ہواور ساتھ ہی ساتھ وہ نسلوں کی مربی، بہادروں کی معمار اور عباقرہ(GENIOUS) کو پیدا کرنے والی ہوسکتی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید خواہش تھی کہ شادی کی بنیاد مستحکم اور راسخ ہواور جسم، عقل، روح اور جذبات کے تقاضوں میں توازن رہے تاکہ یہ رشتہ انتہائی قوی ہوکہ مزاجوں کے اختلاف سے اس میں کچھ بھی رکاکت اور کمزوری واقع نہ ہواور نفسانی خواہشات اسے برباد نہ کردیں۔ چنانچہ حقیقی مسلمان جو اپنے تمام اعمال میں شریعت الٰہی کا اتباع کرتا ہے اور اسی سے رہنمائی حاصل کرتا ہے ''گھورے پر اُگے ہوئے سبزے'' (یعنی وہ عورت جو بظاہر بہت حسین ہومگر اس کا باطن خراب اور ناکارہ ہو) کے پھندے میں نہیں پڑتا، بلکہ لوگوں سے کہتا ہے ''گھورے پر اُگے ہوئے سبزے سے بچو''۔ (یہ قول حدیث نہیں ہے)

اپنی ازدواجی زندگی میں اسلامی طریقہ کا التزام کرتا ہے

حقیقی اور سچا مسلمان شادی کے بعد بیوی کے ساتھ حسن معاشرت برتنے اور اچھا سلوک کرنے کے سلسلہ میں اسلام کی بلند تعلیمات پر عمل کرتا ہے۔ اسلام نے عورت کے بارے میں جو ہدایات دی ہیں اور اس کی تکریم اور نیک برتاؤ کے بارے میں جتنا اکسایا ہے اس پر اگر ہم غور کریں تو ہمیں بہت تعجب ہوگا۔

اسلام نے عورت کے بارے میں خیر کی وصیت کی ہے اور اس کو اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے جتنا اس کے علاوہ کسی مذہب میں نہیں دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

> ''عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ اوپر کا ہے۔ اگر اس کو سیدھا کروگے تو ٹوٹ جائے گی اور اگر چھوڑے رہوگے تو ٹیڑھی ہی رہے گی۔ پس عورتوں

کے ساتھ اچھا سلوک کرو''۔ (بخاری ومسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے ''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ تم کسی بھی صورت میں سیدھا نہیں کر سکتے۔ اگر تم اس سے ٹیڑھی رہتے ہوئے لطف اندوز ہو گے تبھی اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہو۔ ورنہ اگر اسے سیدھا کرنے لگو گے تو ٹوٹ جائے گی اور اس کا ٹوٹنا طلاق ہے''۔

اس بلیغ نبوی تمثیل میں عورت کی حقیقت اور اس کے فطری مزاج کا دلکش بیان ہے کہ عورت شوہر کی خواہش کے مطابق کسی ایک حال پر قائم نہیں رہ سکتی اس لیے مسلمان شوہر کو سمجھنا چاہیے کہ یہ اس کی جبلت، فطرت اور طبعی عادت ہے اس لیے وہ جس چیز کو اپنے دل میں صحیح یا کامل سمجھتا ہے۔ اسے راستے پر لانے کے لیے سختی نہ کرے۔ اس کے خاص نسوانی مزاج کا خیال رکھے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق کی ہے ویسے ہی اسے قبول کر لے۔ بعض ان چیزوں کے سلسلہ میں جنہیں شوہر چاہتا ہے اس کے دل میں ٹیڑھ ہے۔ اگر وہ اسے اپنے ارادے اور اپنے مزاج کے مطابق سیدھا کرنا چاہے گا تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو پسلی کی کجی کو سیدھا کرنا چاہے اور وہ ٹوٹ جائے۔ اور عورت کے ٹوٹ جانے سے مراد طلاق ہے۔

جب سچے مسلمان شوہر کے وجدان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عالی جاگزیں ہو جاتا ہے جو کہ عورت کی نفسیات اور مزاج کے گہرے مطالعہ پر مبنی ہے تو وہ بیوی کی بہت سی لغزشوں میں حلم و بردباری سے کام لیتا ہے اور اس کی بہت سی خامیوں سے چشم پوشی برتتا ہے۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ اس کی فطرت ہے اور اسی طرح اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ چنانچہ اس طرح ازدواجی زندگی بڑے ہی چین وسکون امن اور نیک بختی سے گزرتی ہے اور گھر میں کسی طرح کا شور وغل، چیخ وپکار اور لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا۔

جو شخص اس حدیث کے متن پر غور کرے گا وہ دیکھے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں فرمایا ''عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرو''۔ پھر اس کی شخصیت کا جائزہ لینے کے بعد آخر میں بھی یہی فرمایا ''عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو'' عورت کے بارے

میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی توجہ فرمائی ہے! اس کی نفسیات کا کتنا زبردست اور گہرا مطالعہ کیا ہے! اور اس پر کتنی عظیم مہربانی کی ہے!! پھر سچے مسلمان شوہر کے لیے اس کے علاوہ اور کیا گنجائش ہو سکتی ہے کہ وہ اس ارشادِ نبوی کی سچی تصویر بن جائے اور اس پر ہر وقت عمل پیرا رہے۔

عورت کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی زیادہ توجہ دی ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی طرف اشارہ کرنا فراموش نہیں کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس ہو گیا تھا کہ یہ لوگوں کے ساتھ حج میں آخری ملاقات ہے۔ اس لیے مسلمانوں سے کہنے کی جو جو باتیں تھیں ان کا نچوڑ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ میں پیش کر دیا تھا۔ اس عظیم خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کو فراموش نہیں کیا اور عورتوں کے بارے میں حسن سلوک کی تنبیہ فرمائی جس سے عورتوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور اہتمام کا پتہ چلتا ہے:

لوگو! سنو! عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ، کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔ تمہیں ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے کا کوئی حق نہیں، سوائے اس صورت کے جب ان کی طرف سے کوئی کھلی ہوئی نافرمانی سامنے آئے۔ اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو پھر خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور انہیں مارو تو ایسا نہ مارنا کہ کوئی شدید چوٹ آئے اور پھر جب وہ تمہارے کہنے پر چلنے لگیں تو ان کو خواہ مخواہ ستانے کے بہانے نہ ڈھونڈو۔ دیکھو سنو! تمہارے کچھ حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق تمہارے اوپر ہیں۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو غیروں سے محفوظ رکھیں اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو ہرگز نہ گھسنے دیں جن کا آنا تمہیں ناگوار ہو اور سنو! ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ''۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کو سچا اور باشعور مسلمان سنتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہروں اور بیویوں کے حقوق اور فرائض کا تعین کر دیا ہے اور عورتوں کا حق یہ بتلایا ہے کہ شوہر ان کے ساتھ رحم و ہمدردی سے پیش آئیں۔ ان کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا برتاؤ کریں اور اچھا سلوک کریں۔ اس کے بعد مسلم گھرانے میں بیوی پر ظلم کرنے، یا اسے ضرر پہنچانے کے بارے میں سوچنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں باقی رہتی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بارے میں بہت سی ہدایات دی ہیں حتیٰ کہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے شوہر کو اس امت کے بہترین اور ممتاز لوگوں میں سے قرار دیا ہے۔ فرمایا:

''کامل ایمان والے مومن وہ ہیں جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہوں''۔ (ترمذی، ابن حبان)

کچھ عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس آئیں اور اپنے شوہروں کی شکایت کرنے لگیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں میں اعلان کر دیا:

''محمد کے گھر والوں کو بہت سی عورتوں نے گھیر لیا ہے، جو اپنے شوہروں کی شاکی ہیں، ان کے شوہر اچھے لوگ نہیں ہیں''۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

اسلام نے عورت کو اتنا بلند مقام عطا کیا ہے کہ شوہر کو حکم دیا...... کہ اس کے ساتھ انصاف برتے، اس کا احترام واکرام کرے اور اچھے سلوک سے پیش آئے، خواہ وہ اسے ناپسند کرتا ہو، اس دین کے علاوہ پوری تاریخ میں کبھی عورت کو یہ مقام نہیں دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی محکم کتاب میں فرماتا ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (النساء:۱۹)

(ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو

سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو)

یہ آیت کریمہ سچے مسلمان کے وجدان کو مس(TOUCH) کرتی ہے تو اس کے شعلہ غضب کو ٹھنڈا کر دیتی ہے اور اس کی کراہیت کی حدت کو کم کر دیتی ہے۔ اس طرح اسلام ازدواجی بندھن کو ٹوٹنے سے بچالیتا ہے اور مقدس تعلق کو بدلتے ہوئے جذبات اور اِدھر اُدھر بھٹکنے والے رجحانات کی حماقت سے محفوظ کر دیتا ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کا یہ قول کتنا عظیم ہے جو انہوں نے اس شخص سے کہا تھا جس نے ناپسندیدگی کی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا:

''تمہارا برا ہو، کیا گھر محبت کے علاوہ اور کسی بنیاد پر قائم نہیں ہوتے ہیں؟''......

اسلام میں زوجیت کا رشتہ حقیر جذباتی میلانات اور حیوانی رجحان کے دباؤ سے کہیں بلند ہے۔ حقیقی مسلمان اپنی مروت، شرافت، صبر و تحمل، قوت برداشت، کشادہ دل اور اخلاقی بلندی کی بنا پر، اس بیوی کے ساتھ بھی معاملہ کرنے میں بلند رہتا ہے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے اور حیوانی خواہشات، تاجرانہ حرص اور کم مائیگی سے بہت دور رہتا ہے۔

سچا مسلمان اپنے ربّ کا حکم بجا لاتا ہے، اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے خواہ اس کو ناپسند کرتا ہو۔ وہ اپنے ربّ کا ارشاد یاد رکھتا ہے اور اس میں غور کرتا ہے کہ انسان بسا اوقات کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے' اس سے کراہت محسوس کرتا ہے اور اس سے دور جانا چاہتا ہے حالانکہ وہ چیز خیر سے پُر اور برکت سے لبریز ہوتی ہے۔ اسی لیے باشعور مسلمان جانتا ہے کہ کیسے محبت کی جائے اور کیسے کراہت کی جائے؟ چنانچہ وہ جس سے محبت کرتا ہے اس کی محبت کی رو میں بیوقوفوں اور اندھوں کی طرح بہہ نہیں جاتا، اور اسی طرح جس سے نفرت کرتا ہے اس سے بداخلاق، اعراض کرنے والے، حق تلفی کرنے والے شخص کی طرح منہ نہیں موڑ لیتا اور علیحدگی نہیں اختیار کر لیتا بلکہ وہ معتدل رہتا ہے اور انصاف سے کام لیتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان اور مومن عورت کو اس کا شوہر خواہ کتنا ہی ناپسند کرے مگر اس میں بہت سے ایسے اخلاق بھی ہو سکتے ہیں جنہیں مرد پسند کرتا ہے۔ اس لیے شوہر کو اس پسندیدہ پہلو سے تجاہل نہیں برتنا چاہیے اور ناپسندیدہ پہلو کو پس پشت ڈال کر صرف پسندیدہ پہلو کو نمایاں کرنا چاہیے۔

''کوئی مومن مرد اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے۔ اگر بیوی کی کوئی عادت اس کو ناپسند ہے تو ہوسکتا ہے کہ دوسری خصلت اسے پسند آ جائے''۔

(مسلم)

حقیقی مسلمان مثالی شوہر ہوتا ہے

حقیقی مسلمان ان صریح اور قطعی نصوص سے جن میں عورت کے ساتھ انصاف کرنے اور اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، واقف ہوتا ہے اور ان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مثالی شوہر ثابت ہوتا ہے۔ اس کی بیوی اس کے اچھے برتاؤ، اس کی خوش اخلاقی اور اس کی مہذب اور صالح رفاقت سے لطف اندوز ہوتی ہے اور خوش حال زندگی گزارتی ہے اور دونوں میں محبت ومودت برقرار رہتی ہے خواہ عمر کتنی ہی لمبی ہو جائے اور کتنا ہی زمانہ گزر جائے۔

جب وہ گھر میں داخل ہوتا ہے تو خندہ پیشانی اور کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ بیوی بچوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور انہیں سلام کرنے میں پہل کرتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً (النور:۶۱)

(جب گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، دعائے خیر، اللہ کی طرف سے مقرر فرمائی ہوئی، بڑی بابرکت اور پاکیزہ)

سلام کرنے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اکسایا ہے۔ حضرت انسؓ سے فرمایا:

''پیارے بیٹے جب تم گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔ اس سے تم پر بھی برکت نازل ہوگی اور تمہارے گھر والوں پر بھی''۔ (ترمذی)

یہ کتنی بڑی برکت کا فعل ہے کہ آدمی اپنے گھر والوں سے ملتے وقت سلام کرے ان کی طرف موسم بہار کی طرح متوجہ ہو۔ ان کی زندگی کو سعادت و سرور اور خوشی و مسرت سے بھر دے، ان میں انسیت، رحمت اور خوشی پیدا کر دے۔ اگر ضرورت محسوس کرے تو اپنی بیوی کے کاموں میں ہاتھ بٹائے۔ اگر اس میں تھکن، اکتاہٹ اور تنگی کی شکایت دیکھے تو نرم اور میٹھی باتوں سے اس کی دلجوئی کرے اور اسے یہ احساس دلائے کہ وہ ایک قوی، کریم اور حلیم و بردبار شوہر کے سایہ میں زندگی گزار رہی ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے، اس کی دیکھ بھال رکھتا ہے، اس کے معاملات پر توجہ کرتا ہے اور ممکن حد تک اس کی جائز ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ شریعت کے جائز حدود میں اس کے لیے زینت اختیار کر کے اس کی نسوانیت کو خوش کرتا ہے۔ اس کے لیے اپنے اوقات اور اپنی توجہ کا ایک حصہ فارغ رکھتا ہے اور اپنا تمام وقت مطالعہ یا دیگر کاموں میں نہیں لگاتا اور دیگر خواہشات کی تکمیل میں، یا ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں یا دوستوں سے ملاقات کرنے میں نہیں صرف کرتا۔ اسلام نے عورت کو شوہر سے لطف اندوز ہونے کا حق دیا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے شوہر کو اس کی بھی اجازت نہیں دی ہے کہ وہ اپنے تمام اوقات کو سب سے عظیم اور اشرف عمل ''عبادت'' میں مشغول رکھے تا کہ اس دین محکم میں جو توازن پایا جاتا ہے اس میں کوئی خلل نہ واقع ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے عبادت میں غلو کرنے کے بارے میں معلوم ہوا تو ان سے فرمایا:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دن میں مسلسل روزے رکھتے ہو اور رات میں مسلسل نمازیں پڑھتے ہو۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے؟ عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کرو۔ کبھی روزہ رکھو اور کبھی روزہ نہ بھی رکھو، کچھ وقت سویا کرو اور کچھ وقت نماز پڑھا کرو۔ کیونکہ تم پر تمہارے بدن کا بھی حق ہے۔ تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے۔ تمہاری بیوی

کا بھی حق ہے اور تمہارے مہمانوں کا بھی حق ہے''۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بیوی حضرت خولہ بنت حکیم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس بوسیدہ اور پرانے کپڑوں میں اور بری ہیئت میں گئیں تو ان لوگوں نے ان سے کہا: تم نے یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ انہوں نے اپنے شوہر کی شکایت کی کہ وہ رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون سے ملے اور انہیں ملامت کرتے ہوئے فرمایا: کیا تمہارے لیے میری ذات میں اسوہ نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے''۔ اس کے بعد حضرت خولہ آئیں تو ان کی ہیئت اچھی تھی اور ان سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا

''اے عثمان، ہم پر رہبانیت نہیں فرض کی گئی ہے۔ کیا تمہارے لیے میری ذات میں اسوہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم تم میں سے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کے حدود کی حفاظت کرنے والا میں ہوں''۔

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۰۶ طبقات بن سعد جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۹۴، کنز العمال جلد نمبر ۸ صفحہ ۳۰۵)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان اپنے اس ارشاد کو عام کرتے تھے اور ان کی تعبدی زندگی اور ازدواجی زندگی کے درمیان اعتدال اور توازن قائم رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ اعتدال اور توازن ان کی عادت اور فطرت ثانیہ بن گئی جس سے وہ آپس میں ایک دوسرے کو حکم دیتے تھے ان سے آراستہ ہونے کی خواہش رکھتے تھے اور اگر کوئی اس سے آزاد ہو کر عبادت، زہد اور کنارہ کشی میں مبالغہ کرتا تو اس کا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابو جحیفہؓ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کے درمیان مواخات کرائی۔ سلمانؓ، ابوالدرداءؓ کے گھر گئے تو دیکھا کہ ام الدرداء سادے اور بے رونق کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ انہوں نے کہا تمہارے بھائی ابوالدرادء کو دنیا میں کسی چیز کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے۔ ابوالدرداء آئے۔ ان کے لیے کھانا بنایا اور کہا کھاؤ۔ میں روزے سے ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ حضرت ابو الدرداء نے بھی کھایا۔ رات آئی اور حضرت ابوالدرداءؓ نماز پڑھنے کے لیے جانے لگے تو حضرت سلمانؓ نے کہا: سوؤ، یہاں تک کہ جب رات کا آخری پہر آیا تو حضرت سلمانؓ نے کہا۔ اب اٹھو۔ چنانچہ اس وقت دونوں نے نماز پڑھی۔ پھر حضرت سلمانؓ نے حضرت ابوالدرداءؓ سے کہا: تم پر تمہارے ربّ کا بھی حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور تمہارے گھر والوں کا بھی حق ہے اس لیے ہر صاحب حق کو اس کا حق دو۔ حضرت ابوالدرداءؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کا تذکرہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا''۔

متقی، باشعور اور خوش اخلاق مسلمان وقتاً فوقتاً خوش طبعی، لطیف ہنسی مذاق اور خوش کن اور مزیدار لطیفوں کے ذریعے اپنے بیوی کے ساتھ دائمی زندگی کی خشکی کو زائل کرتا ہے اور آپس میں رہن سہن کے گوشوں کو تروتازہ کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرتا ہے جو کہ اپنی پوری زندگی میں ایک بلند مقام پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یہ کہ بڑی بڑی ذمہ داریوں کو سرانجام دیتے تھے دین کی بنیادیں راسخ کرتے تھے، امت مسلمہ کی تعمیر کرتے تھے، جہاد کے لیے جماعتیں تیار کرتے تھے اور دیگر عظیم کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ پھر بھی اپنی ازواج کے ساتھ حسن معاشرت، نرم خوئی، کشادہ روئی، خوش طبعی اور ہنسی مذاق میں ایک مثالی شوہر تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حریرہ (یعنی دودھ، گھی اور آٹے سے تیار کیا ہوا کھانا) لے کر آئی جسے میں نے خود آپؐ کے لیے تیار کیا تھا۔ وہاں سودہؓ بھی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور ان کے بیچ میں تھے۔ میں نے سودہؓ سے کہا کھاؤ۔ انہوں نے انکار کیا۔ میں نے کہا کھاؤ ورنہ تمہارے چہرہ پر لتھڑ دوں گی۔ انہوں نے پھر بھی انکار کیا۔ میں نے حریرہ میں اپنا ہاتھ ڈالا اور ان کے چہرہ پر لیس دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہؓ سے فرمایا اس کے بھی چہرے پر لتھڑ دو......

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا گھٹنا نیچے کر لیا تاکہ سودہؓ مجھ سے بدلہ لے سکیں، چنانچہ انہوں نے بھی پلیٹ سے کچھ لے کر میرے چہرے پر لیس دیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے رہے''۔

(الہیثمی جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۱۴ المنتخبا جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۹۳، کنز العمال جلد نمبر ۷ صفحہ ۳۰۲)

غور کرنے کا مقام ہے کہ بیوی کے ساتھ خوش طبعی اور ہنسی مذاق کرنے حسن معاشرت کا برتاؤ کرنے اور اس کے دل میں خوشی و مسرت پیدا کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کتنا پسندیدہ، آپ کی طبیعت کتنی خوش طبع اور آپ کا دل کتنا کشادہ تھا۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں:

''وہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوڑ میں مقابلہ کیا اور جیت گئیں۔ پھر جب بدن پر گوشت چڑھ گیا اور وہ فربہ بدن ہو گئیں تو ایک سفر میں اسی طرح دوڑ کا مقابلہ کیا۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس جیت کا بدلہ ہے''۔ (احمد و ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محبوب اور نوجوان بیوی کے دل میں خوشی ومسرت پیدا کرنے کے سلسلہ میں فراخ دل تھے چنانچہ آپ انہیں مختلف قسم کے جائز کھیل دکھانے کے لیے بلاتے تاکہ ان کے نفس کو تسکین اور خوشگواری حاصل ہو اور ان کے دیکھنے سے لطف اندوز ہوں۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ لوگوں اور بچوں کی چیخ وپکار اور شوروغل کی آواز سنائی دی۔ معلوم ہوا کہ ایک حبشیہ رقص کر رہی ہے اور لوگ اس کے اردگرد جمع ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ آؤ دیکھو۔ میں نے اپنا رخسار آپ کے کندھے پر رکھ دیا اور کندھے اور سر کے درمیان اپنا سر رکھ کر دیکھنے لگی۔ آپ فرماتے ''عائشہ ابھی آسودہ نہیں ہوئیں'' میں کہتی نہیں۔ ایسا میں اس لیے کہتی تھی کہ دیکھوں کہ میرا آپ کے نزدیک کیا مقام ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے تھک جانے کے سبب باری باری دونوں پاؤں پر آرام کرتے تھے''۔

(المنتخب جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۹۳)

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''خدا کی قسم، مجھے وہ منظر اب تک یاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ حبشی لوگ مسجد نبوی میں نیزوں کے ذریعے کھیل رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر سے چھپائے ہوئے ہیں اور میں آپ کے کندھے اور کان کے درمیان سر رکھے ان کا کھیل دیکھ رہی ہوں۔ پھر آپ میری ہی وجہ سے کھڑے رہتے ہیں اور اس وقت تک کھڑے رہتے ہیں جب تک کہ خود میں ہی نہ پلٹ جاؤں۔ اندازہ کرلو کہ اس نوعمر اور کھیل کی حریص لڑکی (اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کا کیا مقام تھا!'' (بخاری ومسلم)

حقیقی مسلمان جب دیکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک ازواج

کے ساتھ حسن معاشرت، ہنسی مذاق، بے تکلفی اور خوش روئی سے پُر ہے تو وہ بھی اپنی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا، خوش اخلاق، نرم خو، کشادہ رُو اور فراخ دل ہوتا ہے۔ البتہ اس کی خوش طبعی اور کشادہ روئی، حلال لطف کے حدود اور جائز تفریح کے دائرے میں ہوتی ہے۔

متقی اور سچا مسلمان معمولی معمولی باتوں پر برانگیختہ اور آپے سے باہر نہیں ہوتا جس طرح کہ جاہل شوہر کرتے ہیں کہ اگر کبھی اتفاقاً کھانا ان کے مزاج کے خلاف پک گیا، یا کھانا وقت مقررہ سے کچھ تاخیر میں ملا، تو غصہ سے ان کی گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں۔ وہ ایک ہنگامہ برپا کر دیتے ہیں، ان کی آنکھوں سے غیظ وغضب کے شرارے نکلنے لگتے ہیں اور میاں بیوی کے درمیان لڑائی جھگڑا شروع ہو جاتا ہے اور تلخی و رنجش پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ حقیقی مسلمان جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم انسان کا اسوہ اختیار کرتا ہے وہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کو ذہن نشین رکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ خود نیک، حلیم اور بردبار رہتا ہے۔

وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل یاد کرتا ہے کہ:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ اگر پسند آیا تو کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا''۔ (بخاری ومسلم)

وہ یہ حدیث بھی یاد رکھتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس صرف سرکہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منگایا اور تناول فرمانے لگے اور کہتے جاتے تھے:

''سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے، سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے''۔ (مسلم)

بے وقوف اور احمق شوہروں کو سن لینا چاہیے جن کی بیویوں کی کسی غلطی یا بھول چوک کی وجہ سے کھانا پکنے میں تاخیر ہو جاتی ہے یا کھانا ان کے پسندیدہ ذوق کے مطابق نہیں بن پاتا تو ان کی آنکھوں سے غصہ کی وجہ سے شرارے نکلنے لگتے ہیں...... کہ بہت ممکن ہے کہ کچھ ناگزیر اسباب پیش آ گئے ہوں جن کی وجہ سے بیچاری بیوی اس تقصیر اور

غلطی میں پڑنے پر مجبور ہو۔مگر یہ شوہر بغیر ان اسباب کو جانے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں کیا وہ عورتوں کی دیکھ بھال اور نگہبانی کرنے والے مرد نہیں ہیں!!؟

سچا مسلمان شوہر اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اور نیک سلوک کرنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اپنی بیوی کی معزز سہیلیوں کے ساتھ بھی اچھے سلوک سے پیش آتا ہے ان کے ساتھ خیر کا معاملہ کرتا ہے اور اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اختیار کرتا ہے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''ایک بوڑھی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تھی۔آپ اس کے آنے پر خوشی کا اظہار فرماتے تھے اور اس کا اکرام واحترام کرتے تھے اور اس سے کہتے تھے: آپ کیسی ہیں؟ آپ کا حال کیسا ہے؟ ہمارے بعد آپ کیسی رہیں؟ وہ جواب دیتی ''خیریت سے، میرے باپ قربان جائیں آپ پر اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم''۔ جب وہ واپس چلی گئیں تو حضرت عائشہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ اس بڑھیا پر اتنی توجہ فرماتے ہیں؟ آپ اس کا اتنا اکرام کرتے ہیں جتنا کسی کا نہیں کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ''یہ ہمارے یہاں خدیجہ کے پاس آتی تھیں۔کیا تمہیں نہیں معلوم کے دوستوں اور عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ایمان میں سے ہے''۔ (کنز العمال جلد نمبر۷ صفحہ ۱۱۵)

بسا اوقات کسی سبب سے بیوی کو غصہ آجاتا ہے اور وہ برانگیختہ ہو جاتی ہے تو اپنے شوہر سے روٹھ جاتی ہے اور اسے اپنے غصہ اور برانگیختہ ہونے کا احساس دلاتی ہے۔اس وقت مسلمان شوہر کو چاہیے کہ اپنے پسندیدہ اخلاق، اپنے وسیع حلم وبردباری اور بیوی کی حقیقت، شخصیت اور مزاج پر گہری نظر کے ذریعے اسے راضی کرلے اور اس کے دل میں گھر کرلے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے ساتھ معاملہ کرتے تھے۔جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خفگی کا اظہار کرتی تھیں اور دن دن بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روٹھی رہتی تھیں۔

حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں:

''ہم قریش کے لوگ اپنی عورتوں کو دبا کر رکھتے تھے۔ جب ہم مدینہ آئے تو دیکھا کہ یہاں لوگوں پر ان کی عورتیں حاوی ہیں۔ ان سے ہماری عورتیں بھی سیکھنے لگیں۔ میرا گھر مدینہ کے اطراف میں بنی امیہ بن زید میں تھا۔ ایک دن میری بیوی مجھ پر غصہ کا اظہار کرنے لگی۔ میں نے ڈانٹا تو زبان درازی کرنے لگی اور میری بات کا دوبدو جواب دینے لگی۔ مجھ پر یہ ناگوار گزرا تو اس نے کہا میری بات کا جواب دینا آپ کو ناگوار گزر رہا ہے۔ خدا کی قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبدو جواب دیتی ہیں اور ان میں سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دن بھر روٹھی رہتی ہے۔ میں گھر سے نکلا اور حفصہ کے یہاں گیا اور اس سے پوچھا ''کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیتی ہو۔ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: اور تم میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دن بھر روٹھی رہتی ہے۔ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: تم میں سے ایسا جو بھی کرے وہ ناکام ہوگئی اور خسارے میں پڑ گئی۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات سے بے خوف ہو گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے پر اللہ اس سے ناراض ہوگا؟ اور وہ ہلاک ہو کر رہے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب نہ دیا کرو اور ان سے کچھ نہ مانگا کرو۔ جو کچھ ضرورت ہو مجھ سے مانگ لیا کرو''۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

پھر حضرت عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت حفصہؓ سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کو بیان کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے۔

مسلمان کو ایسے ہی پسندیدہ اخلاق سے آراستہ ہونا چاہیے تاکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و عادات اور اعمال میں آپ کا اسوہ اختیار کر سکے، تبھی وہ اپنے اس دعویٰ پر دلیل قائم کر سکتا ہے کہ اسلام معاشرتی زندگی کا دین ہے۔ آج افراد، خاندان اور

معاشرے جس بدبختی، انتشار و اضطراب، قلق و بے چینی اور پراگندہ حالی کا شکار ہیں ان کا واحد سبب یہ ہے کہ لوگ ان بلند قدروں سے دور ہو گئے ہیں جن کی اسلام نے اشاعت کی تھی، ان سے پورے طور پر ناواقف ہیں اور ان کے بارے میں غلط تصورات قائم کر رکھے ہیں۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ قدریں بیش بہا اخلاقی قدریں ہیں۔ اگر زوجین ان سے آراستہ ہو جائیں تو خاندان میں گھریلو جھگڑے نہ ہوں اور نہ ہی تعلقات میں بگاڑ پیدا ہو، بلکہ گھروں میں سعادت وطمانیت' سکون وقرار اور خوشحالی کی فضا چھائی رہے۔

کامیاب شوہر ثابت ہوتا ہے

اس طرح باشعور مسلمان شوہر اجتماعی زندگی میں ایک کامیاب شوہر ثابت ہوتا ہے اور صالح، پاکیزہ اور پاک دامن بیوی کے نزدیک محبوب ہوتا ہے کیونکہ وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جانتا ہے کہ کس طرح نرمی، خوش اخلاقی اور دانائی سے بیوی کے دل میں گھر کرسکتا ہے اور اسے صحیح رخ کی طرف موڑ سکتا ہے جس کا اسلامی زندگی تقاضا کرتی ہے۔ وہ اسلامی زندگی جو فطرت سلیمہ اور پاکیزہ اخلاق سے پوری طرح ہم آہنگ ہے، وہ اس کے رجحانات، رغبات اور مزاج سے واقف ہوتا ہے اور ایک لحہ بھی یہ فراموش کیے بغیر کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کو سیدھا کرنا ممکن نہیں یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کے رجحانات ورغبات کے درمیان اور وہ اس کے اندر جو مثالی اور اچھی سیرت دیکھنا چاہتا ہے دونوں کے درمیان موافقت ویکسانیت پیدا کردے۔

اپنی بیوی کے ساتھ زیرکی اور دوراندیشی سے کام لیتا ہے

حقیقی اور باشعور مسلمان اپنی بیوی کے ساتھ ہمیشہ زیرکی اور دوراندیشی سے کام لیتا ہے وہ اس کے احساسات کی رعایت کرتے ہوئے اس کے سامنے اس کے گھر والوں میں سے کسی کی برائی نہیں کرتا اور نہ ہی اپنی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکالتا ہے جس سے اس کے رشتہ داروں کے بارے میں نصرت اور طعنہ کا اظہار ہو۔ چنانچہ وہ بھی اس کے

احساسات کا احترام کرتی ہے اور قول وفعل کے ذریعہ اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچاتی اور نہ ہی اس کے گھر والوں کی کوئی برائی کرتی ہے۔

اسی طرح شوہر اپنی بیوی کے راز کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا، اگر وہ کوئی چیز اسے بتلاتی ہے تو اس کا افشا نہیں کرتا کیونکہ ان امور میں ذرا سے تساہل سے زوجین کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں اور محبت ومودت کا شعلہ سرد پڑ جاتا ہے۔ سچا اور باشعور مسلمان جب تک اسلام کے شفاف سرچشمے سے سیراب ہوتا ہے اور بلند اور معتدل اسلامی آداب اختیار کرتا ہے۔ ان تمام چیزوں سے بہت دور رہتا ہے اور ان سے اپنے آپ کو پوری طرح محفوظ رکھتا ہے۔

اس کے نقص کی اصلاح کرتا ہے

باشعور مسلمان شوہر اگر اپنی بیوی کے علم یا کردار میں کوئی نقص دیکھتا ہے تو اس کی اصلاح کرتا ہے اور اس راستے میں وہ کامیاب، لطیف اور سنجیدہ طریقے اختیار کرتا ہے اور اگر اس درمیان اس کی طرف سے نافرمانی اور سرکشی کا اظہار ہوتا ہے تو وہ اس کو نرمی، بردباری اور ذہانت سے سیدھے راستے کی طرف پھیر دیتا ہے۔ وہ لوگوں کے سامنے اس کی سرزنش نہیں کرتا اور اس پر عتاب وملامت نہیں کرتا خواہ جو بھی اسباب ہوں کیونکہ عورت کو سب سے زیادہ جس چیز سے تکلیف پہنچتی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی اس کی ملامت سنے یا اس کی سرزنش کے وقت موجود رہے۔ متقی اور باشعور مسلمان لوگوں میں سب سے زیادہ حساس ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں کے احساسات کا بھی خیال رکھتا ہے۔

بیک وقت بیوی کو بھی خوش رکھتا ہے اور ماں کے ساتھ بھی نیک برتاؤ کرتا ہے

صالح اور باشعور مسلمان شوہر جانتا ہے کہ کس طرح اپنی ماں اور اپنی بیوی دونوں کو بیک وقت خوش رکھے۔ وہ دونوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اپنی ذہانت، نرم خوئی، بردباری اور شخصی قوت کا اس طرح استعمال کرتا ہے کہ کسی پہلو میں بھی زیادتی نہ ہو۔ اس طرح نہ تو وہ اپنی ماں کا نافرمان ہوتا ہے اور نہ اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے بلکہ اپنی ماں کے

حقوق پہچانتا ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور اپنی بیوی کے حقوق بھی پہچانتا ہے اور ماں کے ساتھ حسن سلوک کے راستے میں اور اس کے لحاظ میں بیوی کا کوئی حق ہڑپ نہیں کرتا۔ سچا اور باشعور مسلمان اس پر بآسانی قادر ہوسکتا ہے بشرطیکہ وہ تقویٰ اختیار کرے اور اسلام اور اس کی روشن تعلیمات سے مستفید پسندیدہ اور نرم اخلاق سے آراستہ ہو۔ اسلامی تعلیمات نے ماں اور بیوی دونوں کے ساتھ انصاف کیا ہے اور دونوں کو ان کا صحیح مقام دیا ہے۔

عورت کی بہترین نگہداری کرتا ہے

ان بلند اخلاق اور اچھے برتاؤ کی بدولت مسلمان شوہر بیوی کے دل میں گھر کر لیتا ہے چنانچہ وہ کسی بات میں اس کی نافرمانی نہیں کرتی، اسی وجہ سے مسلمان مرد کو عورت پر نگہبان بنایا گیا ہے کیونکہ دین نے اسے متعدد صفات سے آراستہ کیا ہے، متعدد بنیادی چیزوں سے نوازا ہے اور متعدد ضوابط وقوانین کا پابند بنایا ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۔ (النساء:۳۴)

(مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں)

اس نگہبانی کے بہت سے فرائض ہیں اور اس کے سبب سے مرد پر بہت سی ذمہ داریاں لازم ہوتی ہیں چنانچہ مرد اپنی بیوی کے بارے میں پوری طرح ذمہ دار ہے:

"تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کا متعلقین و ماتحت رہنے والے لوگوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا"۔ (بخاری ومسلم) حاکم ذمہ دار ہے، مرد اپنے گھر والوں کے بارے میں ذمہ دار ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی ذمہ دار ہے۔

یہ ذمہ داریاں اسلامی معاشرے میں ہر فرد کو جکڑے رہتی ہیں اور ہر شخص معاشرتی زندگی کے کسی نہ کسی پہلو میں ذمہ دار ہوتا ہے کیونکہ اسلام کی نظر میں زندگی عمل پیہم،

جدوجہد اور تعمیر کا نام ہے جو معاشرہ کے ہر فرد سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ذمہ دار ہو، اس کی نظر میں زندگی کھیل تماشا، بیکاری اور لہو ولعب کا نام نہیں۔

اسلام نے جہاں عورت کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا ہے اور اسے بلند مقام عطا کیا ہے وہیں اسے یہ بھی حکم دیا ہے کہ وہ زندگی میں اپنے کردار کو پہچانے اور شریعت نے اس کے لیے جو حدود متعین کیے ہیں ان کی پابندی کرے، تاکہ وہ اپنے مشن کو پورا کر سکے۔ نئی نسل کی تربیت کے سلسلہ میں مرد کے دوش بدوش بہترین طریقے پر اپنا کردار انجام دے سکے اور زندگی کو لذت وسعادت اور حسن وجمال سے بھر دے۔

اسلام نے جہاں مرد سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ عورت کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اور حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ وہیں عورت کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ حلال، انصاف اور عدل کے حدود میں مرد کی اطاعت کرے۔ اس اطاعت پر اسلام نے جتنی سختی سے زور دیا ہے اس کا اندازہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوسکتا ہے:

> ''اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے تو بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے''۔ (ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے)

یہی نہیں بلکہ اسلام نے شوہر کی خوشنودی کو جنت میں داخل ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

> ''جس عورت نے بھی اس حالت میں انتقال کیا کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش تھا وہ جنت میں داخل ہوگی''۔ (بخاری ومسلم)

اسلام نے نافرمانی اور شوہر سے الگ رہنے والی عورت کے بارے میں یہ وعید سنائی ہے کہ فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ راست روی اختیار کر لے اور شوہر کے ساتھ مصالحت کر لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ''جب عورت اپنے شوہر سے ناراض ہوکر اس کے بستر سے الگ رات

گزارے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں''۔ (بخاری ومسلم)

اسلام نے عورت پر مرد کی نگہبانی پر بہت زور دیا ہے اور بیوی پر شوہر کی اطاعت وخوشنودی کو لازم قرار دیا ہے حتیٰ کہ اس نے اس بات کی بھی اجازت نہیں دی ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے نفلی روزے رکھے یا اس کے گھر میں کسی ایسے مہمان کو آنے دے جو اس کے شوہر کو پسند نہ ہو۔ حدیث میں ہے:

کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ اس کا شوہر موجود ہو اور وہ بغیر اس کی اجازت کے نفلی روزے رکھے یا کسی کو گھر میں آنے دے''۔ (بخاری ومسلم)

اسلام نے شوہر کو عورت پر نگہبانی کا حق دیا ہے تاکہ اس کی مردانگی کا پورے طور پر اظہار ہو اور اسے معلوم ہو کہ خاندان میں زندگی کی کشتی کو کس طرح امن وسلامتی اور ہدایت وراستی کے ساحل سے ہمکنار کیا جا سکتا ہے۔ اس نے تمام مردوں کو خبردار کیا ہے کہ عورتوں کے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچیں کہ کہیں ان سے ان کی نگاہیں خیرہ ہو جائیں۔ ان کے عزم پست ہو جائیں اور ان کے دین میں فتور پیدا ہو جائے اور وہ عورتوں کے جادۂ حق سے منحرف ہونے سے بے پروا ہو جائیں۔ پھر زمام کاران کے ہاتھ سے نکل جائے اور منحرف عورت ہی گھر کی سب کچھ بن جائے جس کی نافرمانی نہ کی جا سکے، جس کی بات نہ ٹالی جا سکے اور جس کی خواہش کو رد نہ کیا جا سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کس قدر مبنی برصداقت ہے جس میں عورتوں کو مردوں کے لیے سب سے بڑا فتنہ قرار دیا گیا ہے:

''میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا''۔ (بخاری ومسلم)

مسلمان شوہر اپنی منحرف بیوی کے سامنے کمزوری نہیں دکھاتا۔ خواہ اس کا فتنہ کتنا ہی سخت ہو بلکہ اس کو نرمی اور لطافت سے سمجھاتا ہے کہ اگرچہ وہ اس کے نزدیک محبوب ہے مگر اللہ کی خوشنودی اس سے بڑھ کر محبوب ہونی چاہیے۔ آدمی اپنی بیوی سے خواہ کتنی بھی محبت کرے مگر وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے کم ہونی چاہیے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (التوبہ:۲۴)

(اے نبی کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز واقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں۔ تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جدوجہد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا)

اس طرح حقیقی اور سچے مسلمان کی گھریلو زندگی ان تمام تناقضات ومخالفات سے پاک ہوتی ہے جنہیں ہم بہت سے ان لوگوں کے گھروں میں دیکھتے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔

جو شخص اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی، اس کی بیٹیاں اور اس کی بہنیں بے پردہ بازاروں میں نکلتی ہیں۔ ان کے بدن پر لباس ہوتے ہوئے بھی وہ ننگی معلوم دیتی ہیں۔ سر دوپٹے سے خالی اور سینے اور بازو کھلے رہتے ہیں۔ مگر وہ اس منحرف صورتحال کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتا...... اس میں دراصل مردانگی کی کمی ہے اس نے اسلام کا طوق گلے سے نکال پھینکا ہے اور اس پر اللہ کا غضب ہے۔ اس عمیق کھائی سے اسے سچی توبہ ہی نکال سکتی ہے جو اس کے ضمیر کو بیدار کردے، اور اس سے ایک زبردست جھٹکے سے نجات پا سکتا ہے جو اس کی مردانگی کو متحرک کردے اور اسے سیدھے راستے کی طرف پھیر دے۔

اسلام نے عورت کے لیے کچھ الگ آداب متعین کیے ہیں۔ اور شوہر کے لیے الگ آداب متعین کیے ہیں اور ایسے لباس کی تعیین کی ہے جسے پہن کر عورت باہر نکل

سکتی ہے یا نامحرم مردوں کے سامنے آ سکتی ہے۔ اس لباس کو ''شرعی پردہ'' کہتے ہیں۔ مسلمان عورت جس نے اسلام کے شفاف چشمے سے سیرابی حاصل کی ہے اور اس کی ٹھنڈی فضاؤں میں پرورش پائی ہے۔ اس پردے کو بخوشی پورے اطمینان قلب اور یکسوئی کے ساتھ قبول کرتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا حکم ہے۔ یہ نہ مردوں کی طرف سے ظلم وزیادتی ہے۔ نہ اس کا مقصد ان کی انانیت کو خوش کرنا اور عورت کو اپنے لیے خاص کرنا ہے۔ نہ انہوں نے اپنی رائے سے یہ فیصلہ دیا ہے اور نہ ہی یہ کوئی رسم ہے جسے عہد اموی میں ولید کے زمانے میں اس کی بدچلنی کی وجہ سے رواج عام حاصل ہو گیا۔ جیسا کہ پردہ کو حقیر سمجھنے والے مرد عورت بغیر کسی دلیل کے کہتے ہیں۔

حدیث شریف میں حضرت صفیہ بنت شیبہؓ سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں:

> ''ہم حضرت عائشہؓ کے پاس تھے۔ ہم نے قریش کی عورتوں اور ان کے فضل وبرتری کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: بے شک قریش کی عورتوں کو بہت فضیلت حاصل ہے مگر خدا کی قسم میں نے انصار کی عورتوں سے زیادہ صاحب فضل، کتاب اللہ کی تصدیق کرنے والی اور قرآنی تعلیمات واحکامات پر آمنا وصدقنا کہنے والی، کسی کو نہیں پایا۔
>
> جب سورہ نور نازل ہوئی:
>
> وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۝ (سورہ نور:۳۱)
>
> (اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رکھیں)

اور انصار اپنے اپنے گھر گئے اور اپنی عورتوں، بیٹیوں: بہنوں اور رشتہ داروں کو اللہ کی نازل کردہ آیات سنائیں۔ تو ہر انصاری عورت نے اپنی منقش (حدیث میں ''مروا مرحل'' کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہیں وہ اونی چادر جس میں کجاوہ کی تصویریں بنی ہوں) چادر لی اور اس کا برقعہ بنا لیا۔ (حدیث میں ''التجر ت بہ'' کے الفاظ ہیں جس کا معنی ہے برقعہ ڈالنا، اوڑھنی لپٹنا) اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کی

تصدیق کرتے ہوئے اور اسے پہن کر صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ان کے برقعہ پہننے سے ایسا لگتا تھا گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں''۔

(ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ انصار کی عورتوں پر رحم کرے۔ان کا ایمان کتنا قوی تھا۔ان کا اسلام کس قدر سچا تھا؟ حق نازل ہونے پر وہ کتنی خوبصورتی سے اس کی طرف رجوع کرتی تھیں؟ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والی ہر عورت کو چاہیے کہ انصار کی عورتوں .... کا اسوہ اختیار کرے۔مخصوص اسلامی لباس پہنے اور اس کے اردگرد جو عریانی، بے پردگی اور تبرج پھیلا ہوا ہے اس کی مطلق پروانہ کرے۔ مجھے اچھی طرح دمشق یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے والی ایک مسلمان پردہ پوش طالبہ کا مؤقف (جس کی روعت وحسن انصار کی عورتوں کے مؤقف کے روعت وحسن سے کسی طرح کم نہیں) یاد ہے کہ جب اس سے ایک اخباری نامہ نگار نے اس کے پردہ کے بارے میں سوال کیا کہ اس سخت گرمی میں آخر کون سی چیز اسے برقعہ پہننے پر مجبور کرتی ہے تو اس نے جواب دیا''قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا'' (جہنم کی آگ کی گرمی اس سے زیادہ سخت ہوگی۔)

مسلمان گھرانوں میں ایسی ہی باشعور اور پاکیزہ مسلمان لڑکیوں کی ضرورت ہے جو نئی نسل کی بہترین تربیت کریں تا کہ اس طرح معاشرہ میں جوانمرد، بہادر اور کام کرنے والے لوگوں کی کثرت ہو۔الحمدللہ آج بھی ایسی لڑکیاں بڑی تعداد میں ہیں۔

سچا مسلمان اس بات کا ذمہ دار ہے کہ اس کی عورتیں اپنے گھروں سے نکلنے میں اسلامی آداب کا التزام کریں اور شرعی پردہ اختیار کریں جو کہ مسلمان عورت کا نشان امتیاز اور اس کا مخصوص لباس ہوگیا ہے جس دن بھی شوہر پر اس کی بیوی یا اس وقت کا ماحول ومعاشرہ غالب آ گیا اور اسے اس شرعی حکم سے تجاوز کرنے پر آمادہ کرلیا اور وہ ان دونوں کے سامنے کچھ نہ کرسکا تو دراصل اس کے دین اور اس کی مردانگی دونوں کا خاتمہ ہوگیا۔

بیوی کے بارے میں شوہر کی ذمہ داری صرف باہر نکلنے کے آداب ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر عبادات اور زندگی کے طور وطریق بھی ان میں شامل

ہیں۔ بیوی اگر عبادت میں کوتاہی کرتی ہے، یا خدا کی بارگاہ میں اس سے کوئی تقصیر یا معصیت سرزد ہوتی ہے تو شوہر اس کا ذمہ دار ہے اسی طرح شوہر اپنی بیوی کے حسن سیرت، کردار کی استقامت اور فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں بھی جوابدہ ہے۔ اگر کسی بھی پہلو میں اس سے کوئی کوتاہی سرزد ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کی مردانگی میں کمی اور اس کے حسن اسلام میں نقص ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے جس ''قوامیت'' سے نوازا ہے اس میں کوئی عیب ہے۔

اسلام نے عورت کو مرد کے پاس امانت رکھا ہے۔ عورت عام طور پر اپنے شوہر ہی کے دین پر ہوتی ہے۔ وہ اسے اپنے ساتھ جنت یا جہنم میں لے جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھی جہنم کی آگ سے بچائیں۔ اگر انہوں نے اپنی عورتوں اور گھر والوں کی بارے میں تساہل برتا اور انہیں حق کی طرف مائل کرنے کی کوشش نہیں کی تو بڑے دردناک انجام سے دوچار ہوں گے۔ قرآن کریم نے اس انجام کا اتنا خوفناک اور بھیانک نقشہ کھینچا ہے کہ اس کی شدت سے دل لرز جاتے ہیں اور اس کے ہول سے سر چکرا جاتے ہیں:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (التحریم:٦)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے جس پر نہایت تندخو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں)

عورت پر مرد کی قوامیت کا تحقق اسی وقت ہوسکتا ہے جب شوہر اپنے گھر اور خاندان کی قیادت کرنے والا کامیاب مرد ہو۔ مسلمان شوہر کی مردانگی کا اظہار سختی، ترش روئی، تندخوئی، بدخلقی اور چرب زبانی سے نہیں ہوتا یہ تو جاہلیت کی مردانگی ہے۔ اسلام میں

مردانگی کے خصائص ہیں قویٰ پر کشش اور محبوب شخصیت، بلند پاکیزہ اخلاق، حلم وبردباری، عفو ودرگزر، اللہ کے قائم کردہ حقوق کا پاس ولحاظ، خاندان کے تمام افراد پر احکام الٰہی کا نفاذ، خیر کی طرف ماہرانہ اور سنجیدہ قیادت، فضول خرچی اور بخالت کے بجائے سخاوت وانفاق، دانائی، شعور، دنیاوآخرت میں ذمہ داری کا احساس اور مسلمان گھرانے کو جس مثالی حالت میں رہنا چاہیے اس کا ادراک۔

یہ ہیں وہ صفات جنہیں اسلام حقیقی مسلمان شوہر میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

****************** ☆☆☆ ******************